اور دوسری حدیث میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ۔

زکوٰۃ الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين

یعنی صدقہ فطر روزے کے لئے لغو اور بیہودہ باتوں سے طہارت اور مساکین کے لئے کھانا

بچہ کی طرف سے صدقہ فطر کی ایک وجہ ہے مساکین کے لئے کھانا ۔ اور بڑے کی طرف سے صدقہ فطر کی دو وجہیں ہیں ۔ ایک روزے کی طہارت ، دوسرے مساکین کے لئے کھانا ۔ اور جو بچہ عید کے دن پیدا ہو ۔ اُس پر صدقہ فطر نہیں ۔ کیونکہ فطر کے معنی افطاری کے ہیں وہ افطاری کے بعد پیدا ہوا ہے ۔ صدقہ فطر اس کی طرف سے ضروری ہونے کی کوئی وجہ نہیں ۔

امام احمدؒ کے مذہب کے مطابق ادا کر دیا جائے تو مستحب ہے ۔ واجب نہیں ہے ۔ جو بچہ پیٹ میں ہو امام احمدؒ اُس کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنے کو مستحب کہتے ہیں ۔ (نیل الاوطار)

رہا مسافر کا صدقہ فطر تو وہ خود ادا کرے ۔ میزبان پر اُس کا صدقہ فطر نہیں ۔ بعض لوگوں کو حدیث ادوا صدقۃ الفطر عمن تمونون سے شبہ پڑتا ہے کہ مہمان یا مسافر کا صدقہ بھی گھر والوں (میزبانوں) کے ذمہ ہے کیونکہ اس حدیث کا معنی ہے صدقہ فطر اس کی طرف سے ادا کرو جس کی تم سرپرستی کرتے ہو ۔ سرپرستی میں مہمان اور مسافر بھی آجاتا ہے کیونکہ ان کا کھانا گھر والوں کے ذمہ ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ۔ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے ۔ چنانچہ نیل الاوطار جلد ۴ میں اس کی تصریح ہے ۔ دوسرے سرپرستی سے مراد یہ ہے کہ اس کا عیال ہو ۔ چنانچہ دوسری روایت میں اس کی جگہ عمن تعول کا لفظ ہے یعنی ان کی طرف سے صدقہ فطر ہے جو عیال ہوں ۔ (دارقطنی)

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

قربانی کا بیان

قرض یا ادھار لے کر قربانی کرنا

سوال :۔ قربانی کا جانور اُدھار لے کر قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں ۔ منیر الدین احمد

جواب :- ادھار قربانی کا کوئی حرج نہیں ۔ جیسے اور ضرورتیں انسان ادھار سے پوری کرتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک ضرورت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے دینی کام ادھار سے کئے ہیں ۔
مشکوٰۃ باب الافلاس میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے چالیس ہزار قرض اٹھایا ۔ اور مشکوٰۃ باب الربا میں ہے کہ آپ کو ایک مرتبہ اونٹوں کی ضرورت ہوئی تو ایک ایک اونٹ دو دو کے عوض لیا ۔ اور حضرت عمرؓ دینی ہی ضرورتوں کی وجہ سے بڑے مقروض ہو گئے تھے ۔ چنانچہ فتح الباری میں ان کی شہادت کے واقعہ میں مذکور ہے قربانی تو ایک معمولی ادھار ہے اس میں کیا حرج ہے ۔ ہاں اگر ادھار لینے کے بعد اپنے قرضخواہ کو تنگ کرے اور وقت مقررہ پر ادا کرنے میں سستی کرے تو اس سے عبادت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے ۔ اس لئے جو قرض نیک کام کے لئے لیا جائے اس کی ادائیگی میں خصوصیت سے احتیاط چاہیئے ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ - ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء

عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل ناخن کتروانا یا حجامت بنوانا

سوال :- اگر کوئی شخص قبل عیدالاضحیٰ کے صبح سورج نکلتے ناخن کتروا لے یا حجامت بنوا لے تو جائز ہے یا نہیں ۔؟

جواب :- حجامت قربانی کے بعد مسنون ہے ۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے ۔

ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ ۔

یعنی قربانی حلال ہونے سے پہلے سر نہ مونڈو ۔

دوسری جگہ قربانی کا ذکر کر کے فرمایا ۔

ثم لیقضوا تفثھم ۔ یعنی قربانی کے بعد میل کچیل پوری کریں ۔

مشکوٰۃ باب فی الاضحیہ میں حدیث ہے کہ آپ نماز عید پڑھ کر فارغ ہوئے تو قربانیوں کا گوشت دیکھا جو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی گئی تھیں ۔ فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ اور ذبح کرے ـــــ اس حدیث سے معلوم ہوا اگر غیر حاجیوں سے تقدیم و تاخیر ہو جائے تو معاف نہیں ہاں معاملہ طاقت سے باہر ہو جائے تو بحکم لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا معاف ہو سکتا ہے جیسے مکمل

حجامت بنوانے کے بعد قربانی یاد آئی تو اب دوبارہ حجامت بس کی بات نہیں۔ اس لئے جس حالت میں ہے قربانی کردے۔ خدا قبول کرنے والا ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ قربانی سے پہلے حجامت حرام ہو۔ اگر حرام نہ ہو تو پھر حجامت کے بعد قربانی کرنے میں مستحب کا خلاف ہے قربانی میں کوئی خلل نہیں لیکن نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۴۴ میں حرمت کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے حتی الوسع قربانی سے پہلے حجامت بنوانے میں احتیاط چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

ذی الحجہ کا چاند چڑھنے کے بعد قربانی کے جانور کی اُون اُتارنا یا دُودھ دھونے کا مسئلہ

سوال :- قربانی کا جانور جو خاص قربانی کے واسطے خرید لیا جائے اور ذی الحجہ کے چاند میں اس کی اُون بالکل صاف کی جائے یعنی مُنڈی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ پشم اتارنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں۔

صدر الدین امام مسجد جھگیاں ڈبی ضلع شیخوپورہ

جواب :- ترغیب وترہیب میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَمِلَ اٰدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهَا لَتَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔

یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقر عید کے دن آدم کے بیٹے نے کوئی عمل نہیں کیا کہ قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو۔ اور قربانی قیامت کے دن سینگوں، بالوں کھروں سمیت آئے گی۔ اور خون زمین پر پڑنے سے پہلے خدا کے پاس قبولیت کے مقام میں پہنچتا ہے پس قربانیوں کے ساتھ دل سے خوش رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے بال نہیں کاٹنے چاہئیں۔ جیسے سینگ وغیرہ۔ کیونکہ قیامت کے دن قربانی ان اشیاء کے ساتھ آئے گی۔ ہاں اگر قربانی کا جانور بہت مدت پہلے کا خریدا ہوا ہو۔ اور اون اتنی بڑی ہو گئی ہو کہ جانور کو تکلیف ہو تو پھر کاٹنے میں کوئی حرج نہیں مگر بقر عید کے دن سے اتنی پہلے کاٹے کہ

بقر عید کے دن تک کافی بڑھ جائے تاکہ اس حدیث کے مطابق ہو جائے۔ اس صورت میں کاٹنے سے اس حدیث کی مخالفت نہیں ہوگی۔ اور قربانی کا جانور تکلیف سے بھی محفوظ رہے گا۔ اور جو اُون اتاری جائے وہ صدقہ کر دینی چاہئیے کیونکہ قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے قربانی کی کوئی شئے استعمال کرنا شبہ سے خالی نہیں جو قربانی مکہ شریف میں بھیجی جاتی ہے اس کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ اگر رستہ میں رہ جائے تو اس کو ذبح کر دو۔ اور لوگوں کے لئے چھوڑ دو۔ تم اور تمہارے ساتھیوں سے کوئی نہ کھائے۔ (مشکوٰۃ باب الھدی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شئے للہ ہو جائے وہ وقت سے پہلے استعمال نہ کرنی چاہئیے۔ ہاں لاچاری کی حالت میں سواری کی اجازت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے۔

اِرْكَبْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا اُلْجِئْتَ اِلَيْهَا حَتّٰى تَجِدَ ظَهْرًا۔

یعنی قربانی کے جانور پر سواری کے لئے مجبور ہو جائے تو سواری کرے حتیٰ کہ اور سواری مل جائے۔

قربانی کا دودھ

اسی بنا پر امام مالک رحمہ اللہ وغیرہم قربانی کے دودھ کی اجازت بھی نہیں دیتے۔

نیل الاوطار جلد ۴ میں ہے۔

واختلفوا ایضا فی اللبن اذا احتلب منہ شیئا فعند العترۃ والشافعیۃ والحنفیۃ یتصدق بہ فان اکلہ تصدق بثمنہ وقال مالک لا یشرب من لبنہ فان شرب لم یغرم۔

یعنی قربانی کے دودھ میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ اہل بیت۔ شافعیہ۔ حنفیہ کہتے ہیں۔ جب کچھ دودھ دھوئے تو صدقہ کر دے۔ اگر کہیں پی ہو گیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔ اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ پینے کی اجازت نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص پی لے تو اس پر کچھ تاوان نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ذبح سے پہلے قربانی کی کوئی شئے اپنے استعمال میں نہ لائے۔ ذبح کے بعد استعمال میں لا سکتا ہے۔ گوشت کھا سکتا ہے۔ چمڑا استعمال کر سکتا ہے اور اُون وغیرہ چمڑے سے علیحدہ کر کے کوئی شئے بنانی چاہئیے تو بنا سکتا ہے لیکن ان میں کسی شئے کو فروخت کر کے پیسے کھانے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حدیث میں چمڑوں وغیرہ کے فروخت کرنے سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۲ صفر ۱۳۵۳ھ ۷ جون ۱۹۳۴ء

قربانی کے جانور کی عمر

سوال:- صحیح مسلم کی حدیث لَا تَذْبَحُوا اِلَّا مُسِنَّةً میں لفظ مُسِنَّہ کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں، بعض عالم کہتے ہیں کہ مسنہ کے معنی دو دانت والا جانور ہے۔ برس دو برس کی کوئی قید نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ دو برس کا ہو کر جو تیسرے سال میں لگا ہو، علاوہ ازیں کہ دانت ہوں یا دانت نہ ہوں، ان دونوں میں سے کونسا قول ازروئے تحقیق صحیح قابلِ قبول ہے۔

جواب:- مجمع البحار میں ہے۔

والمسنة تقع على البقرة والشاة اذا اثنيا ويثنيان في السنة الثالثة وليس معنى اسنانها كبرها كالرجل المسن ولكن معناه طلوع سنها في السنة الثالثة (جلد [illegible])

یعنی مسنہ کا لفظ گائے بکری دونوں پر بولا جاتا ہے جب کہ دانت نکالیں۔ اور گائے بکری دونوں تیسرے سال میں دانت نکالتی ہیں اور ان کے مسنہ ہونے سے عمر کا بڑا ہونا مراد نہیں۔ جیسے کہتے ہیں فلاں آدمی مسن ہے یعنی بڑی عمر کا ہے بلکہ گائے بکری کے مسنہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تیسرے سال میں ان کے دانت نکلیں۔

نہایہ میں ہے۔

البقرة والشاة يقع عليهما اسم المسن ويثنيان في السنة الثالثة وليس معنى اسنانها كبرها كالرجل المسن ولكن معناه طلوع سنها في السنة الثالثة (جلد [illegible])

اس عبارت کا ترجمہ اور مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مجمع البحار کی عبارت کا گزرا ہے۔

صحاح جوہری میں ہے۔

الثني الذي يلقي ثنيته ويكون ذالك في الظلف والحافر في السنة الثالثة وفي الخف في السنة السادسة وفي المحكم الثني من الابل الذي القى ثنيته وذالك في السادسة ومن الغنم الداخل في السنة الثانية تيسا كان او كبشا وفي التهذيب البعير اذا استكمل الخامسة وطعن في السادسة فهو ثني وهو ادنى ما يجوز في سن الابل في الاضاحي وكذالك من البقر والمعزى فاما الضان فيجوز منها

الجذع فی الاضاحی وانما سمی البعیر ثنیا لانہ القی ثنیتہ۔

(تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ)

ثنی اس کو کہتے ہیں جو اپنے دانت ڈال دے۔ بکری اور گھوڑا تیسرے سال میں ہوتا ہے۔ اونٹ چھٹے سال میں ہوتا ہے۔ اور محکم میں ہے۔ ثنی اونٹوں سے اس کو کہتے ہیں جو سامنے کے دانت ڈال دے اور جو چھٹے سال میں ہوتا ہے اور بکری میں دوسرے سال میں ہوتا ہے بکرا ہو یا دنبہ اور تہذیب میں ہے اونٹ جب پانچ سال ختم کر کے چھٹے سال میں قدم رکھتا ہے تو وہ ثنی ہے اور اس سے کم عمر کا اونٹ قربانی میں جائز نہیں۔ ہاں دنبہ جائز ہے خواہ وہ جذع ہو یعنی ثنی نہ ہوا ہو اور اونٹ وغیرہ کو ثنی اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے سامنے کے دانت ڈال دئے۔

فتح الباری میں ہے۔

وحکی ابن التین عن الداؤدی ان المسنۃ التی سقطت اسنانہا للبدل قال اہل اللغۃ لمسن الثنی الذی یلقی ویکون فی ذات الخف فی السنۃ السادسۃ وفی ذات الظلف والحافر فی السنۃ الثالثۃ وقال ابن فارس اذا دخل ولد الشاۃ فی السنۃ فہو ثنی ومسن (جز ۲ صفحہ)

ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ مسنہ وہ ہے جس کے سامنے کے دانت دوسرے دانت اُگنے کی خاطر گر جائیں۔ اہل لغت کہتے ہیں جو اپنے سامنے کے دانت ڈال دے اور یہ اونٹ میں چھٹے سال میں ہوتا ہے۔ اور بکری گائے میں تیسرے سال۔ اور ابن فارس کہتے ہیں جب بکری کا بچہ سال میں داخل ہو جائے جب کو ثنی بھی کہتے ہیں اور مسنہ بھی۔

ثنی وہ ہے جو سامنے کے دانت ڈال دے اور بکری۔ دنبہ گائے میں تیسرے سال ہوتا ہے اور اونٹ میں چھٹے سال۔

محکم میں ہے ثنی اونٹوں سے وہ ہے جو سامنے کے دانت ڈال دے اور یہ چھٹے سال میں ہوتا ہے اور بکری دنبہ سے دوسرے سال میں ہوتا ہے اور تہذیب میں ہے کہ اونٹ جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں داخل ہو تو ہوتا ہے۔

ان عبارتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مسنہ (ثنی) اس کو کہتے ہیں جس کے دانت نکلیں۔

بغیر دانت نکلے مسنہ یا ثنی کہنا صحیح نہیں۔

دوسرے یہ کہ عالموں کی تعیین ملکوں کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں کہیں کہا ہے۔ گائے بکری تیسرے سال دانت نکالتی ہیں۔ کہیں کہا ہے۔ گائے بکری دوسرے سال دانت نکالتی ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں بکری کے دانت دوسرے سال میں نکل آتے ہیں۔ اور اسی بنا پر امام احمدؒ وغیرہ نے دوسرے سال میں مسنہ یا ثنی کہا ہے اور امام شافعی رہ وغیرہم نے تیسرے سال (عون المعبود جلد ۳)

پس اصل یہی ہے کہ دو دانت نکلے بغیر قربانی نہ کیا جائے۔ خواہ جانور سال سے اوپر ہو اور خواہ کتنا موٹا تازہ ہو۔ ورنہ قربانی مشکوک ہوگی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ - ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء

قربانی میں شرکت

سوال :- گائے یا اونٹ کا ایک حصہ گھر کے تمام افراد کی طرف سے کافی ہوگا یا نہیں؟ اس بارہ میں کوئی نص صریح ہے تو بیان فرمائیں۔

حافظ محمد عیسیٰ

جواب :- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً وَاَنَا مُوسِرٌ وَلَا اَجِدُهَا فَاَشْتَرِيهَا فَاَمَرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحُهُنَّ (رواہ احمد و ابن ماجۃ) منتقیٰ

یعنی ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا میرے ذمہ ایک بدنہ اونٹ یا گائے کی قربانی ہے اور میں صاحب وسعت ہوں۔ لیکن بدنہ میسر نہیں جو خرید لوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات بکریاں خرید کر ذبح کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک گائے یا اونٹ سات بکریوں کے قائم مقام ہے۔ اور اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے۔ کیونکہ اس میں عطاء خراسانی راوی ہے جو ابن عباس رضہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی ابن عباس رضہ سے ملاقات نہیں لیکن ابن عباس رضہ کا فتویٰ اس حدیث کے موافق ہے۔ اس لئے یہ حدیث قوی ہوگئی۔

مسند احمد میں شعبہؒ سے روایت ہے۔

قال سمعت ابا جمرة الضبعی قال تمتعت فنهانی ناس عن ذالك فاتيت ابن عباسؓ فسالته عن ذالك فامرنی بها قال ثم انطلقت الی البيت فنمت فاتانی آت فی منامی فقال عمرة متقبلة وحج مبرور قال فاتيت ابن عباس فاخبرته بالذی رايت فقال الله اكبر الله اكبر سنة ابی القاسم صلی الله عليه وسلم و قال فی الهدی جزور او بقرة او شاة او شرك فی دم (جلد اول ص۲۴۲)

یعنی شعبہؒ کہتے ہیں۔ میں نے ابا جمرہ سے سنا۔ اس نے کہا میں نے حج تمتع کیا۔ یعنی عمرہ کر کے حلال ہو کر پھر حج کا احرام باندھا، لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا۔ میں ابن عباس رضؓ کے پاس آیا اور پوچھا تو انہوں نے مجھے اس کا امر فرمایا۔ میں بیت اللہ میں پہنچا۔ وہاں مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ ایک شخص مجھے کہتا ہے عمرہ مقبول ہے اور حج اخلاص والا ہے۔ میں ابن عباسؓ کے پاس آیا اور ان کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے خوشی میں یا تعجب کے طور پر دو دفعہ اللہ اکبر کہا اور پھر کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور قربانی کے بارہ میں فرمایا۔ ایک اونٹ ہے یا گائے یا بکری ہے یا اونٹ گائے میں حصہ ہے۔

اونٹ میں شرکت

ابن عباس رضؓ کے اس فتوی میں ایک حصہ کو بکری کے قائم مقام ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جمہور کا مذہب ہے کہ اونٹ۔ گائے سات بکری کے قائم مقام ہے۔ صرف اختلاف اس میں ہے کہ اونٹ دس کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امام اسحق بن راہویہ وغیرہ فرماتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ دوسرے کہتے ہیں نہیں ہو سکتا۔ نیل الاوطار میں ہے۔

استدل به من قال عدل البدنة سبع شياه وهو قول الجمهور وادعى الطحاوی وابن رشد انه اجماع ويجاب عنهما بان الخلاف فی ذالك مشهور حكاه الترمذی فی سننه عن اسحق بن راهويه وكذا فی الفتح وقال هو احدی الروايتين عن سعيد بن المسيب واليه ذهب ابن خزيمة (جلد ۵ ص۱۳۳)

جو اونٹ گائے کو سات بکریوں کے برابر کہتے ہیں۔ وہ ابن عباس رضؓ کی حدیث مذکور سے استدلال

کرتے ہیں۔ اور جمہور کا قول یہی ہے۔ اور طحاوی اور ابن رشد نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اونٹ میں اختلاف مشہور ہے۔ ترمذی نے سنن میں اسحٰق بن راہویہ سے اس کو نقل کیا ہے کہ اونٹ دس کی طرف سے کافی ہے۔ فتح الباری میں بھی اس طرح ہے۔ نیز فتح الباری میں ہے کہ سعید بن مسیب سے بھی ایک روایت دس کی ہے اور ابن خزیمہ بھی اس طرف گئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس میں شبہ نہیں کہ اونٹ اور گائے کا ایک حصہ ایک بکری کا قائم مقام ہے۔ اب بکری کا حکم سنئے۔

عن عطاء بن یسار قال سألت ابا ایوب الانصاری کیف کانت الضحایا فیکم علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان الرجل فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم یضحی بالشاة عنه وعن اهل بیته فیاکلون ویطعمون حتی تباهی الناس فصار کما تری ۔ رواه ابن ماجة والترمذی وصححه۔

وعن الشعبی عن ابی سریحة حملنی اهلی علی الجفاء بعد ما علمت من السنة کان اهل البیت یضحون بالشاة والشاتین والان یبخلون جیراننا رواه ابن ماجة (منتقی)

عطاء بن یسار کہتے ہیں، میں نے ابو ایوب انصاری سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم میں قربانیاں کس طرح ہوتی تھیں۔ فرمایا آپ کے زمانہ میں ایک بکری ایک شخص سے اور اس کے اہل بیت سے کافی ہوتی تھی۔ خود کھاتے اور کھلاتے یہاں تک کہ لوگ فخر کرتے۔ مگر اب یہ حالت ہے جو تو دیکھتا ہے۔ اور شعبی ابی سریحہ سے روایت کرتے ہیں کہ سنت جان لینے کے بعد میرے اہل نے مجھے بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ ایک گھر والے ایک (کبھی) دو بکریاں قربانی کرتے۔ اب ہمارے ہمسائے ہمیں بخیل بتاتے ہیں۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ایک بکری ایک گھر کی طرف سے کافی ہے اور ایک حصہ بھی ایک بکری کے قائم مقام ہے۔ پس وہ بھی ایک گھر کی طرف سے کافی ہوگا۔ اس کے علاوہ ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے۔ علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیة ۔ یعنی ہر گھر والوں پر سال میں ایک قربانی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اونٹ گائے کا ایک حصہ ایک قربانی ہے۔ پس وہ ایک گھر والوں

کی طرف سے کافی ہوگا۔

نیز مشکوٰۃ وغیرہ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے عیدالاضحیٰ آگئی۔ ہم سات گائے میں شریک ہوئے اور دس اونٹ میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ سفر میں ایک گھر کے سات سات آدمی بعید ہیں۔ اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ انہوں نے گھر والوں کی طرف سے الگ قربانی کی۔ بلکہ اگر الگ کر سکتے تو شرکت کی ضرورت نہ تھی۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ اونٹ۔ گائے کا ایک حصہ ایک بکری کا حکم رکھتا ہے اور بکری کی طرح ایک گھر والوں کے لئے کافی ہے۔

مشکوٰۃ وغیرہ میں جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گائے بھی سات کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات کی طرف سے ہے۔ یہ ارشاد آپ کا عام ہے۔ اس میں ایک گھر کے سات آدمی کی شرط نہیں۔ پس جیسے یہ عام ہے ویسے عام ہی رہنا چاہیئے۔

نیز مشکوٰۃ وغیرہ میں جابرؓ سے روایت ہے کہ حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امر فرمایا کہ اونٹ گائے میں سات سات شریک ہوں۔ نیز جابر کہتے ہیں کہ عمرہ حدیبیہ میں ہم نے ستر قربانیاں کیں ہر ایک میں سات سات شریک تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مختلف گھروں کے سات سات شریک ہوئے کیونکہ ستر گھر اور ہر گھر کے ذمہ وار سات سات آدمی حضر میں بھی بعید ہیں۔ سفر میں کس طرح تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ اونٹ گائے کا ایک حصہ ایک بکری کے قائم مقام ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ ۲۷ مارچ ۱۹۳۵ء

قربانی میں سب حصہ داروں کا اہل توحید ہونا

سوال:۔ گائے اور اونٹ کی قربانی میں جب سات آدمی شریک ہوں تو ان سب شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ساتوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے تو اگر ایک کافر، مشرک، قبر پرست وغیرہ چھ مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شامل ہو جائے تو قربانی قبول ہو جائے گی یا نہیں۔

عبدالقادر حصاری خطیب جامع اہلحدیث چک ۲۵۱۔ ای۔ بی ضلع منٹگمری

جواب:۔ جان ایک ہے چاہیئے تھا کہ ایک گائے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہو۔ کیونکہ قربانی خون بہانے کا نام ہے۔ گوشت کے حصول کا نام قربانی نہیں۔ وہ تو انسان خود ہی کھا لیتا ہے اور جان بکری دنبہ۔ گائے، اونٹ کی ایک ہے۔ پس سات کے قائم مقام ہونا اللہ تعالےٰ کی مہربانی ہے۔ اس لئے شریک بھی ایک ہی قسم کے ہونے چاہئیں یعنی سب مسلمان ہوں مشرک نہ ہوں۔ اور سب کی نیت قربانی کی ہو نہ ان میں سے کسی کی نذر کی یا عقیقہ وغیرہ کی۔ اس لئے عقیقہ کے سات حصے ہونے میں شبہ ہے۔ کیونکہ عقیقہ کے متعلق حدیث میں صراحت نہیں آئی۔ اور قربانی کے متعلق صراحت آگئی ہے کہ سات کی طرف سے ہو سکتی ہے

خلاصہ یہ کہ جو بات شریعت میں قیاس کے خلاف ہو وہ اسی مقام پر بند رہتی ہے کیونکہ جب علت معلوم نہیں تو اس کا حکم دوسری جگہ کس طرح جاری ہو سکتا ہے

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۲ صفر ۱۳۸۴ھ ۔ ۳ جولائی ۱۹۶۴ء

گائے اونٹ میں بغیر سفر کے حضر میں شرکت کا مسئلہ

سوال:۔ گائے اونٹ میں بغیر سفر کے حضر میں سات شخصوں کا اشتراک کس دلیل سے ثابت ہے۔

عبدالقادر حصاری

جواب:۔ منتقیٰ باب "ان البدنۃ من الابل والبقر عن سبع شیاہ و بالعکس" میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ رجل فقال ان علی بدنۃ وانا موسر ولا اجدھا فاشتریھا فامرہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبتاع سبع شیاہ فیذبحھن۔ رواہ احمد وابن ماجۃ۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا میرے ذمہ بدنہ یعنی قربانی ہے اور میں غنی ہوں اور بدنہ نہیں ملتی کہ میں اس کو خرید لوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات بکریاں خرید کر ذبح کر دو۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں سفر کی کوئی شرط نہیں۔ مطلق ہے۔ امام شوکانی رحمہ اس پر لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ کی اسناد منقطع ہے۔ فرماتے ہیں۔ ولیشھد لصحتہ ما فی صحیح مسلم من حدیث جابر قال نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ۔

اور اس کی صحت کی شاہد جابرؓ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال اونٹنی سات کی طرف سے ذبح کی اور گائے بھی سات کی طرف سے ذبح کی۔

اس حدیث میں اگرچہ حدیبیہ کے سال کا ذکر ہے مگر امام شوکانی نے اس قید کا لحاظ نہیں کیا۔ اور اس کو ابن عباسؓ کی حدیث کا شاہد قرار دیا۔ اور نہ کسی اور نے سفر کی شرط لگائی ہے کیونکہ فعل سے شرط ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ صرف جدت پسند لوگوں کا اختراع ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۵ صفر ۱۳۸۲ھ - ۲۶ جون ۱۹۶۲ء

بھینسے کی قربانی کا مسئلہ

سوال:۔ کیا بھینسا اکٹا، قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قرآن مجید پارہ ۸ رکوع ۴ میں ہے بھیمۃ الانعام کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ دنبہ۔ بکری۔ اونٹ۔ گائے۔ بھینس۔ ان چار میں نہیں۔ اور قربانی کے متعلق حکم ہے بھیمۃ الانعام سے ہو۔ اس بنا پر بھینس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھینس کا حکم گائے والا ہے جیسے گائے تیس راس ہو جائیں اور وہ باہر چرتی ہوں ان کا چارہ قیمتاً نہ ہو ان میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی۔ اس طرح بھینس میں جب ان کی گنتی تیس ہو وہ باہر چرتی ہوں ان کا چارہ قیمتاً نہ ہو تو ایک سال بچہ یا بچی زکوٰۃ ہے۔

(موطا امام مالک باب ما جاء فی صدقۃ البقرۃ)

یاد رہے کہ بعض مسائل احتیاط کے لحاظ سے دو جہتوں والے ہوتے ہیں اور عمل احتیاط پر کرنا پڑتا ہے اُمّ المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ کی لونڈی سے زمانہ جاہلیت میں عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا۔ لڑکا پیدا ہوا جو اپنی والدہ کے پاس پرورش پاتا رہا۔ زانی مر گیا۔ اور اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کر گیا کہ زمعہ کی لونڈی کا لڑکا میرا ہے اس کو اپنے قبضہ میں کر لینا۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص نے اس لڑکے کو پکڑ لیا اور کہا یہ میرا بھتیجا ہے۔

زمعہ کے بیٹے نے کہا یہ میرے باپ کا بیٹا ہے۔ لہذا میرا بھائی ہے۔ اس کو میں لوں گا۔ مقدمہ دربارِ نبوی میں پیش ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الولد للفراش وللعاھر الحجر (مشکوٰۃ باب اللعان فصل اول)

یعنی اولاد بیوی والے کی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ یعنی وہ ناکام ہے اور اس کا حکم سنگسار کیا جاتا ہے۔

بچہ سودہ کے بھائی کے حوالہ کر دیا جو حضرت سودہ رضؓ کا بھی بھائی بن گیا۔ لیکن سودہؓ کو حکم فرمایا اس سے پردہ کرے۔ کیونکہ اس کی شکل و صورت زانی سے ملتی جلتی تھی جس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ زانی کے نطفہ سے ہے اس مسئلہ میں شکل و صورت کے لحاظ سے تو پردہ کا حکم ہوا اور جس کے گھر میں پیدا ہوا۔ اس کے لحاظ سے اس کا بیٹا بنا دیا۔ گویا احتیاط کی جانب کو ملحوظ رکھا۔ ایسا ہی بھینس کا معاملہ ہے اس میں بھی دونوں جہتوں میں احتیاط پر عمل ہوگا۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں احتیاط ہے اور قربانی نہ کرنے میں احتیاط ہے اس بنا پر بھینسے کی قربانی جائز نہیں اور بعض نے جو یہ لکھا ہے کہ الجاموس نوع من البقر یعنی بھینس گائے کی قسم ہے یہ بھی اسی زکوٰۃ کے لحاظ سے صحیح ہو سکتا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بھینس دوسری جنس ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۳ھ - ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۶۴ء

قربانی سے پہلے جانور کی اُون اتاری جائے تو اس کے استعمال کی صورت

سوال :- قربانی کے جانور کی اُون اتار کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا اس کا خیرات کرنا ضروری ہے

مولوی عبدالرحمٰن چک [illegible] ڈاکخانہ جیس آباد ضلع تھرپارکر (سندھ)

جواب :- قربانی کی کوئی چیز قربانی سے پہلے استعمال نہیں کر سکتا۔ اُون اوّلاً تو پہلے اتارنی نہیں چاہیئے اگر کسی مجبوری کی بنا پر اتاری جائے تو خیرات کر دے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو قربانی مکہ نہ پہنچ سکے اور راستہ میں رہ جائے تو اس کو ذبح کر کے مسکینوں کے حوالہ کر دے نہ خود کھائے اور نہ اس کے ساتھی کھائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا قربانی وقت سے پہلے قربانی کی کوئی چیز ذاتی ضرورت میں استعمال نہیں کر سکتا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۳ھ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۶۴ء

قربانی کا جانور خرید کر خریدار کا اس میں اپنا حصہ رکھنا

سوال :- ایک شخص بیس روپے سے قربانی کے لئے جانور خرید کر لایا۔ اس میں ایک حصہ اپنا رکھ لیا اور باقی چھ حصہ بقیمت تیس روپے باقی چھ حصہ داران کے پاس فروخت کر دیئے۔ اپنی قربانی بھی کر لی۔ اور فائدہ دنیاوی بھی اٹھا لیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- قربانی نام ہے اللہ تعالےٰ کے لئے خون بہانے اور جان دینے کا اور یہ شے واحد ہے اس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ایک شخص کی نیت گوشت کی ہو اور چھ شخصوں کی نیت قربانی کی ہو تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔ کیوں کہ خون بہانے اور جان دینے کی تقسیم نہیں ہو سکتی محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خلاف قیاس ایک شے کو سات کے قائم مقام کر دیا ہے۔ اور جو بات خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اپنے محل پر بند رہتی ہے۔ اب جو شخص قربانی کا جانور خریدتا ہے اگر خریدنے کے وقت اس کی نیت اس میں حصہ رکھنے کی نہ تھی بلکہ خیال تھا کہ یہ سارا جانور منافع پر فروخت کر دوں گا پھر اس کی قیمت پڑ گئی مثلاً بیس روپیہ کو خریدا تھا۔ تیس روپیہ قیمت پڑی چھ یا سات حصے پورے ہو گئے۔ ابھی مجلس سے جدا نہیں ہوئے کہ اس کا خیال ہوا کہ ایک حصہ میں رکھ لوں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے سات شخص ایک جانور خرید کر قربانی کریں یا ایک شخص کے گھر کا جانور تھا اس میں ایک حصہ اپنا رکھ لیا اور اگر خریدنے کے وقت یا خریدنے کے بعد سودا ہونے سے پہلے اس کی نیت اس جانور میں حصہ رکھنے کی ہو گئی تو اس کے حصہ پر منافع نہ ہوا۔ اور چھ حصوں پر منافع ہوا تو یہ تقسیم کی صورت پیدا ہو گئی اس لئے یہ درست نہ ہوگی۔

اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ خالص عمل کو قبول کرتا ہے۔ اس شخص کی نیت میں خلوص نہیں کیونکہ پہلے سے اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میرے حصے کے ٹکے مجھ پر نہ پڑیں دوسروں سے وصول کروں۔ گویا ظاہر باقی حصوں پر منافع لگاتا ہے اور درحقیقت اپنا فروخت کرتا ہے۔ پس ایسے شخص کے عمل میں خلل آگیا۔ اس لئے ناجائز ہے۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

یکم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ - ۱۴ جون ۱۹۳۴ء

امام سے پہلے قربانی کرنا

سوال : مصفیٰ شرح موطا میں ہے لایضحی قبل انصراف الامام۔ یعنی امام کے لوٹنے سے پہلے قربانی نہ کرو۔ اس میں حدیث ہے کہ ابابردہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی سے پہلے اپنی قربانی کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔ عون المعبود میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ امام کی قربانی سے پہلے قربانی کی جائے تو ہوتی ہے یا نہیں۔ فیض الباری میں ہے کہ امام مالکؒ کا قول ہے کہ امام سے پہلے قربانی نہیں ہوتی۔ اور باقی اُمت کا اجماع ہے کہ اگر عید کے بعد قربانی کی جائے تو منظور ہو جاتی ہے۔ امام نے قربانی کی ہو یا نہ کی ہو۔ غرض یہ ہے کہ جب یہ حدیث موجود ہے تو پھر یہ اختلاف کیوں ہوا۔ اور اس میں سے معتبر کونسی بات ہے۔

جواب : ابوبردہ والی روایت کئی کتابوں میں آتی ہے اس کے اکثر الفاظ اسی طرح نقل کئے ہیں کہ اُس نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز عید کے بعد اور قربانی کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اور پہلی کی بابت فرمایا کہ یہ گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں لیکن چونکہ نماز عید امام کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے بعد متصل مصلی عید ہی میں قربانی کر دیا کرتے تھے (خواہ تعلیم کے لئے کی ہو یا مصلی عید میں کرنی سنت ہو) اس بنا پر بعض روایتوں نے ابو بردہؓ کے نماز سے پہلے قربانی کرنے کو یوں بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کی۔ اور اس سے بعض علماء کو دھوکا ہو گیا کہ امام سے پہلے قربانی نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ابوبردہ رضہ کی سب روایتوں ملا کر مطلب بنایا جائے تو کوئی اختلاف نہیں رہتا اور مطلب صاف ہے کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی بعد کرنی چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ

یکم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ - ۱۴ جون ۱۹۳۴ء

قربانی کے جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی، اُس کی قربانی کا مسئلہ

سوال : ایک شخص نے قربانی کا جانور خرید رکھا ہے۔ سال بھر پہلے اس کی تقدیراً ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ لنگڑے کی قربانی سے حدیث میں ممانعت آئی ہے، اس لئے جائز نہیں۔ ہاں قربانی کے وقت کو پہنچ کر لنگڑا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ یعنی اپنے سر نہ منڈاؤ یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ یا حلال ہونے کے وقت کو پہنچ جائے۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قربانی جب حلال ہونے کے وقت کو پہنچ جائے تو وہ ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا وہ ہو ہی گئی۔ اگرچہ دیدہ دانستہ قربانی ذبح ہونے سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں لیکن کوئی غلطی سے منڈا لے تو قربانی میں خلل نہیں آتا۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الحلق ص۲۳۲ میں صراحۃً آیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ قربانی وقت کو پہنچ کر کی ہوئی کے شمار میں ہے۔ پس ایسی حالت میں اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس کا کوئی حرج نہیں مثلاً عید پڑھنے کے بعد سینگ یا ٹانگ ٹوٹ جائے یا آنکھ پھوٹ جائے تو یہ قربانی کو مضر نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ذبح کے وقت گرانے سے یا مارنے سے کوئی نقصان پہنچ جائے۔

بعض کا خیال ہے کہ جب جانور قربانی کے لئے نامزد ہو جائے تو پھر عیب پیدا ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ لیکن اول تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ دوم لازم آتا ہے کہ زیادہ بیمار ہو کر ذبح تک نوبت پہنچ جائے تو قربانی ہو جائے حالانکہ وقت سے پہلے قربانی کا کوئی بھی قائل نہیں نیز جو لوگ حج کو قربانیاں ساتھ لے جاتے ہیں اگر کوئی قربانی رستہ میں رہ جائے تو اس کو ذبح کر کے لوگوں کے لئے یعنی مساکین کے لئے چھوڑ دے اور یہ اس کے رفقاء سے کوئی نہ کھائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وقت سے پہلے قربانی نہیں بلکہ صدقہ ہے اگر قربانی ہوتی تو نہ مساکین کے لئے خاص ہوتی اور نہ اس کو اور اس کے رفقاء کو رکاوٹ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ضروری قربانی ہو تو اس کے عوض اس کو اور کرنی پڑتی ہے۔ اگر نفلی ہو تو پھر وہی کافی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے۔ کیونکہ نفلی محض زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خاطر کی جاتی ہے۔ سو ثواب خدا تعالیٰ دے دیتا ہے جیسے رمضان میں عمرہ کرنے سے حج کا ثواب مل جاتا ہے مگر حج کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ اس طرح وقت سے پہلے قربانی کا ثواب مل جاتا ہے قربانی نہیں ہوتی۔

نیز بہت لوگ چھوٹی عمر کا جانور لے کر قربانی کے لئے نامزد کر دیتے ہیں تو کیا باوجود چھوٹی عمر کے وہ قربانی سمجھ لیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس صحیح یہ ہے کہ وقت سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور جب قربانی نہ ہوئی تو اس میں جو عیب پیدا ہوا وہ قربانی بننے سے پہلے پیدا ہوا۔ پس وہ ایسا ہو گیا جیسے قربانی خریدنے سے پہلے عیب ہو۔

اگر کہا جائے کہ جانور قربانی کے لئے نامزد کرنے سے قربانی نہیں بنتا تو پھر نامزد کرنے کے بعد اپنے کسی

اور مصرف میں اس کا استعمال جائز ہونا چاہیئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نامزد کرنے کے بعد یہ جانور معلق ہو جاتا ہے۔ اگر قربانی تک پہنچ گیا تو قربانی بن گیا۔ اگر ورے اس کے دن پورے ہو گئے تو صدقہ بن گیا جیسے ابھی حدیث سے معلوم ہوا۔ اس لئے اس کو اپنے کسی اور مصرف میں نہیں لا سکتا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۴ مارچ ۱۹۳۶ء

قربانی کے جانور میں کان اور سینگ کی شرط

سوال :- حدیث میں ہے قربانی کے جانور کے کان، سینگ صحیح سالم ہوں لیکن بعض علماء کہتے ہیں کان آدھے سے کم کٹا ہو یا سینگ آدھے سے کم ٹوٹا ہو تو قربانی میں کوئی حرج نہیں۔ کیا یہ کہنا صحیح ہے۔

شیخ محمد یعقوب نیو کلاتھ مارکیٹ لائل پور

جواب :- ہاں صحیح ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعضب القرن والاذن۔ جانور قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے سعید بن مسیبؒ سے اس کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا اعضب سے مراد نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹا یا سینگ ٹوٹا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جانور کا آدھا یا آدھے سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو وہ قربانی کرنا منع ہے۔ آدھے سے کم ہو تو پھر گنجائش ہے لیکن حکم کٹے ہوئے کان کا ہے اگر کان چرا ہوا ہو یا اس میں سوراخ ہو تو پھر کان کے خواہ کسی حصہ میں ہو۔ ایسا جانور ذبح کرنا شبہ سے خالی نہیں۔ اس لئے اس میں احتیاط چاہیئے۔ بہتر یہی ہے کہ بالکل صحیح سالم اور باشرائط ہو تا کہ قربانی ایسا عمل شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ بعض مراسد رم گئی۔ دانت ٹوٹا یا پیٹھ ایک طرف جھکی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

نوٹ :- سینگ کا خول (ٹوپی) اتر جائے تو جائز نہیں۔ کیونکہ ٹوپی سینگ پر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ ٹوٹے ہوئے کے حکم میں ہوگا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ۔ یکم مئی ۱۹۷۲ء

قربانی کے دنوں میں عورت کنگھی کرسکتی ہے

سوال :۔ قربانی کے دنوں میں عورت کنگھی کرے یا نہ ؟

جواب :۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص کی نیت قربانی کی ہو وہ حجامت نہ کرائے (خواہ مرد ہو یا عورت) اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص قربانی نہ کر سکے وہ بھی حجامت نہ کرائے اس کو بھی قربانی کا ثواب ملے گا۔ کنگھی کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں کنگھی میں تھوڑے بہت بال اکھڑتے ہیں۔ اس لئے احتیاط بہتر ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ محرم ۱۳۶۲ھ ۶ فروری ۱۹۴۱ء

قربانی کا جانور عید سے پہلے مرجائے یا ذبح کیا جائے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

سوال :۔ اگر قربانی کا جانور یوم النحر سے ایک دن پہلے بقضاء الٰہی مرجائے یا مرتے ہوئے کو ذبح کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف قربانیاں بھیجیں۔ اور جس کے ساتھ بھیجیں اس کو کہا کہ جو ان سے رہ جائے اُسے ذبح کر کے چھوڑ دے۔ تُو اور تیرے ساتھیوں سے کوئی نہ کھائے (مشکوٰۃ باب الہدی)

اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ صدقہ ہے اس لئے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو منع کیا ہے مطلب آپ کا یہ تھا کہ اس کو مساکین کے حوالہ کر دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور وقت سے پہلے مساکین کا حق ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے فارغ ہوتے ہی قربانیوں کا گوشت دیکھا تو فرمایا۔ جس نے نماز عید سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اُس کی جگہ دوسری قربانی کرے (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا قربانی کا جانور عید سے پہلے مرجائے یا مرتے وقت ذبح کر لیا جائے اس کو نئی قربانی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ قربانی عید کے بعد ہوتی ہے پہلے نہیں ہوتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۳ صفر ۱۳۵۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

قربانی پہلے دن افضل ہے یا سارے دن برابر ہیں

سوال :۔ قربانی پہلے دن کرنی افضل ہے لیکن اگر قربانی موجود ہو تو اس خیال سے دوسرے تیسرے یا چوتھے دن قربانی کرے کہ اگر میں نے آج ہی قربانی کر دی تو گوشت خراب ہو جائے گا کیونکہ پہلے دن بہت لوگ قربانی کرتے ہیں۔ گوشت لینے کوئی نہیں آتا۔ قربانی باری باری کریں تاکہ گوشت کام آ جائے مثال کے طور پر ایک گاؤں میں اٹھارہ قربانیاں ہیں اور ایک ہی دن قربانی کریں تو لوگوں سے گوشت کھایا نہیں جا سکتا۔ اگر روزانہ چار چار یا پانچ پانچ کرتے رہیں تو گوشت کئی دن کھایا جا سکتا ہے۔ اب جو گوشت کی نیت سے دوسرے تیسرے یا چوتھے روز قربانی کرے گا کیا اس کو افضلیت کا درجہ ملے گا یا نہیں یا قربانی پہلے ہی دن افضل ہے گوشت خراب ہو یا نہ۔ مولوی محمد ادریس چک ۲۹۱ خلیل پورہ براستہ پکا انا

جواب :۔ قربانی پہلے دن افضل ہے باقی دنوں میں جائز ہے، اگر جواز کے ساتھ کوئی اور چیز مل جائے تو باقی دنوں میں بھی افضل ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ نیت ہو کہ گوشت غریبوں میں تقسیم کیا جائے تاکہ ان کی کئی دن گزر اوقات ہو جائے، یا تیرہ تاریخ کو قربانی اس نیت سے کرے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تیرہ تاریخ کو بھی قربانی صحیح ہے تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے دنوں میں بھی وہی فضیلت ہو جو پہلے دن میں ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز پر عمل کرنے میں بھی فرض و واجب کا ثواب ملتا تھا۔ کیونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ ہے جو قول سے بھی ہوتی ہے اور فعل سے بھی ہوتی ہے۔ تبلیغ کی فضیلت مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب فرض واجب کے برابر ہو جاتا تھا۔ اس اصول سے قربانی کے باقی دن پہلے دن کے برابر ہو سکتے ہیں پس صورت مسئولہ کو اس طرح سمجھ لیں۔ اور اگر محض اپنا ہی مفاد پیش نظر ہو تو انما الاعمال بالنیات کی بنا پر باقی دنوں میں قربانی جائز تو ہو سکتی ہے مگر افضل نہیں۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور ۴ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۔ ۱۴ اپریل ۱۹۶۳ء

قربانی کے دن

سوال :۔ کتنے دن قربانی ہو سکتی ہے۔ با دلائل بیان فرمائیں۔

جواب :۔ قربانی دس۔ گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ چار دن ہیں۔ منتقی میں ہے

عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

كل ايام التشريق ذبح رواه احمد وهو للدارقطني من حديث سليمان بن موسى عن عمرو بن دينار وعن نافع بن جبير عن جبير عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه۔

یعنی سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمام کے تمام تشریق کے دن قربانی کے ہیں، اور یہ حدیث دارقطنی میں سلیمان بن موسیٰ نے عمرو بن دینار سے اور نافع بن جبیر سے انہوں نے جبیر سے۔ اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں، اور عید کے دن کے علاوہ گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تین دن ہیں تو گویا قربانی تیرہ تاریخ تک جائز ہے۔ اس حدیث کے متعلق خیر المدارس کے مفتی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ اور اس کے ثبوت میں بحوالہ نیل الاوطار علامہ ابن قیم کی عبارت نقل کی ہے۔ لا يثبت وصله۔ یعنی اس حدیث کا موصول ہونا ثابت نہیں۔ مگر مفتی صاحب نے یہاں خیانت کی ہے۔ ابن قیم کی جرح تو نقل کر دی مگر اس کا جواب نقل نہیں کیا امام شوکانی نے لکھا ہے

ويجاب عنه بان ابن حبان وصله وذكر في صحيحه كما سلف

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو موصول ذکر کیا ہے اور اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے

اس کے علاوہ ابن القیم نے زاد المعاد جلد اول میں تیرھویں تاریخ کو قربانی کے جواز کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ حدیث ادخار (جس میں تین دن سے گوشت کا ذخیرہ کرنا منع تھا) سے تیرھویں تاریخ کو ذخیرہ کرنا ثابت ہو گیا تو تیرھویں کو قربانی کی ممانعت بھی نہ رہی۔

حضرت علی رضؓ کا یہ قول بھی اس کا موید ہے کہ قربانی کے دن عید کا دن ہے اور تین دن اس کے بعد ہیں حسن بصری رح، عطا ابن ابی رباح۔ امام اوزاعی، امام شافعی رح کا بھی یہی مذہب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جبیر بن مطعم کی حدیث قابل عمل ہے۔ خاص کر جب اس کے راوی ابن جریج بھی ہیں جو نہایت ثقہ ہیں۔ اور ابن قیم نے لکھا ہے کہ منیٰ کے دنوں میں قربانی کا مسئلہ دو مختلف سندوں سے مروی ہے۔ جو ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔ ایک جبیر بن مطعم کی روایت ہے اور دوسری اسامہ بن زید کی روایت ہے جو بواسطہ عطاء جابر سے روایت کرتے ہیں تو گویا جبیر بن مطعم کی حدیث کو جابر رضؓ کی حدیث سے بھی تقویت پہنچ گئی پس یہ مسئلہ

پختہ ہوگیا کہ تیرھویں تک قربانی جائز ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء

چرم قربانی مساجد کی تعمیر اور فرش میں لگ سکتے ہیں

سوال :۔ چرم قربانی کی قیمت اگر مساجد کی تعمیر و فرش وغیرہ میں لگائی جائے تو یہ درست ہے یا نہیں۔

عبدالحمید جلالی دارالعلوم عربیہ شکراوہ ڈاکخانہ ٹنگواں ضلع گوڑگانواں

جواب :۔ قربانی کے چمڑے مساجد کی تعمیر وغیرہ میں نہیں لگ سکتے کیونکہ قربانی کے چمڑے قربانی کے گوشت کا حکم رکھتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ (ترغیب ترہیب ۱۵۹) جس نے قربانی کا چمڑہ فروخت کیا اُس کی قربانی نہیں۔ پس جیسے گوشت فروخت کرکے اُس کی قیمت مسجد وغیرہ میں نہیں لگ سکتی یہی حکم قربانی کے چمڑے کا ہے۔ ہاں قربانی کا گوشت اور اس کا چمڑہ صدقہ کرنا ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو گوشت اور چمڑے جھولیں وغیرہ کے صدقہ کرنے کا امر فرمایا۔ اب جس پر صدقہ کیا ہے وہ جو مرضی ہو کرے۔ خود کھائے۔ بیچے یا کسی اور استعمال میں لائے۔ اگر یہ فروخت کرکے قیمت مسجد میں دینا چاہے تو اس کا کوئی حرج نہیں کیونکہ جس پر صدقہ ہو وہ اس میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے اور اس کا حکم پہلا نہیں رہتا بلکہ بدل جاتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں بریدہؓ کی حدیث ہے کہ جو گوشت بریرہ رضہ پر صدقہ ہوا تھا اُس کی نسبت آپ نے فرمایا کہ یہ بریرہؓ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے گویا جس پر صدقہ ہوا۔ اس کی ملک میں آنے کے بعد اس کا حکم صدقہ کا نہیں رہتا۔ ٹھیک اس طرح قربانی کو سمجھ لینا چاہیئے قربانی وہیں تک قربانی ہے جب تک صدقہ نہیں کی جب صدقہ کردی تو اب اس کا حکم وہی صدقہ والا ہے۔ یعنی جیسے صدقہ مسکین کی ملک میں ہو جاتا ہے۔ اور وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کر سکتا ہے خواہ کھائے یا بیچے صدقہ کی طرح قربانی کا حکم ہے —— خلاصہ یہ کہ صاحب قربانی کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں مسکین جو مرضی ہے کرے اگر اتفاقیہ صاحب قربانی نے قربانی کا چمڑہ فروخت کر لیا ہو تو اس کی قیمت اس کو کھانی جائز نہیں۔ جیسے قربانی کا گوشت فروخت کرکے پیسے کھانے جائز نہیں کیونکہ اس میں قربانی کی بے حرمتی ہے اور اس صورت میں قربانی قربانی نہیں رہتی بلکہ قصائی کی بکری کی طرح گوشت کی بکری بن جاتی ہے۔ اور نہ یہ پیسے مسجد پر لگ سکتے ہیں۔ کیونکہ مسجد میں بھی اس کا حق برابر کا ہے تو گویا وہ پیسے پھر اس کے استعمال میں آئے۔ پس سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان کو صدقہ کرے ہاں اگر چمڑا قربانی فروخت کئے بغیر مسجد میں استعمال کر لیا جائے جیسے مسجد کے کوئیں کا ڈول بنا لیا جائے یا نماز

کے لئے مصلیٰ بنائے تو اس کا کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسے گوشت خود کھاتا ہے وہ کھلاتا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء

قربانی کا جانور بلاوجہ فروخت کرنا

سوال:۔ دو بکریاں قربانی کی نیت سے لائی جائیں۔ ایک قربانی کردی جائے۔ اور دوسری بلا کسی عیب کے ارادۃً واپس کردی جائے۔ اس کی قربانی نہ کی جائے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ یا اگر اس جانور کی قیمت کے برابر رقم کسی مدرسہ، مسجد، یتیم خانہ وغیرہ کارِ خیر میں دے دی جائے تو کیا قربانی کے حق سے سبکدوش ہوسکتے ہیں۔ اور اس کا ثواب قربانی کے ثواب کے برابر ہوسکتا ہے؟ (منشی یوسف ایڈیٹر برہان پور سی پی)

جواب:۔ حدیث میں ہے۔

عن حکیم بن حزام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معه بدینار لیشتری لہ بہ اضحیة فاشتری کبشا بدینار وباعه بدینارین فرجع فاشتری اضحیة بدینار فجاء بها وبالدینار الذی استفضل من الاخری فتصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالدینار فدعا لہ ان یبارک لہ فی تجارته۔ رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکوۃ باب الشرکة)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام کو قربانی خریدنے کے لئے ایک دینار دے کر بھیجا۔ اس نے ایک دینار سے ایک دنبہ خرید کر اس کو دو دینار سے فروخت کردیا پھر ایک دینار سے ایک دنبہ خرید لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور ایک دنبہ لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار صدقہ کردیا اور اس کے لئے تجارت میں برکت کی دعا کی۔

منافع کا یہ دینار آپ نے اس لئے صدقہ کردیا کہ یہ اس قربانی کے دینار سے حاصل ہوا تھا۔ جس کے قربانی میں صرف کرنے کی نیت کرچکے تھے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جس شے کی نیت للہ ہوجائے وہ گھر میں صرف نہیں ہوسکتی۔ قربانی کا وقت چونکہ گذر گیا اب ویسے صدقہ کردے اور اپنی کوتاہی کی بابت خدا سے معافی مانگے۔ مشکوۃ باب الہدی میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ قربانیاں دے کر ایک شخص کو مکہ معظمہ بھیجا۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ جو جانور راستہ میں رہ جائے اس کو کیا کروں؟ فرمایا ذبح کرکے اس کی نعلین خون میں رنگ کر اس کے منہ کے

ایک طرف ڈال دے (تاکہ لوگ قربانی سمجھ کر کھالیں) تو اور تیرے ساتھیوں سے کوئی نہ کھائے۔ چونکہ یہ جانور قربانی کے لیئے متعین ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا کہ فروخت ہو سکے تو فروخت کر دے ورنہ ذبح کرو پس جو جانور، قربانی کے لیے متعین ہو جائے وہ فروخت نہ کرنا چاہیئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قربانی سے پہلا وقت اور بعد کا وقت اس بات میں یکساں ہے کہ دونوں قربانی کے وقت نہیں۔ پس جیسے قربانی کے وقت سے پہلے جانور کو ذبح کر کے لوگوں کے لئے چھوڑ دینے کا حکم ہے خود یا اس کے ساتھی نہیں کھا سکتے۔ اسی طرح بعد کو کرنا چاہیئے جانور ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دے، نہ خود کھائے۔ نہ اپنے دوستوں کو کھلائے۔ اگر قربانی کا جانور غلطی سے فروخت کر لیا ہے تو اس کے پیسے صدقہ کر دے۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۱۲ محرم ۱۳۵۶ھ

باپ کو قربانی کی کھال دینا

سوال :- ایک شخص کا باپ محتاج و غریب ہے۔ وہ شخص قربانی کی کھال اپنے باپ کو دیتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب :- باپ کو صدقہ کے طور پر تو نہیں دے سکتا۔ کیونکہ باپ اگر تنگ ہے تو اس کا خرچ بیٹے کے ذمہ ہے۔ ہاں ہدیہ کے طور پر باپ کو دے سکتا ہے۔ اور اس کے لئے غریب ہونے کی شرط نہیں

عبداللہ امرتسری روپڑی

غیر مذاہب والے کو قربانی کا گوشت دینا

سوال :- قربانی کا گوشت غیر مذہب کے فقیر لوگ مانگنے آتے ہیں۔ ان کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- قربانی کا گوشت غیر مذاہب والے کو سوال کی صورت میں دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے واما السائل فلا تنہر (سائل کو نہ جھڑک) اگر سوال نہ کرے تو لیا دینا اچھا نہیں۔ حدیث میں ہے لایاکل طعامك الا تقی (مشکوۃ) یعنی تیرا کھانا پرہیزگار ہی کھائے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء

امام مسجد کو قربانی کی کھالیں دینا

سوال :- امام مسجد کو قربانی کی کھالیں دینا جائز ہے یا نہیں۔ باقر محکوں وادو طور چکاب ۱۴ ۳۲

جواب :- امام اگر مسکین ہو تو اس حیثیت سے چمڑہ قربانی ، عشر وغیرہ اس کو لگ سکتا ہے اگر عوض سمجھ کر دیا جائے تو نہیں لگ سکتا ۔ مثلاً دوسری جگہ دینے سے اُس کے امامت چھوڑ دینے کا خطرہ ہو ۔ اگر اس وجہ سے اُس کو دیا جائے تو وہ امامت کا عوض ہے ۔ پس اس امامت میں نہ دینا چاہیئے ۔ خواہ مسکین ہی ہو کیونکہ چمڑے قربانی کا فروخت کرنا یا کسی شے کے عوض دینا منع ہے ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

من باع جلد الاضحیۃ فلا اضحیۃ لہ رواہ البیہقی (رحمۃ المھداۃ فصل دوم مشکوٰۃ باب الھدی)

یعنی جو قربانی کا چمڑہ فروخت کرے اس کی قربانی نہیں ہوتی ۔

اور مشکوٰۃ کے اس باب میں ہے ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانیوں کے گوشت ان کے چمڑے جھولیں سب صدقہ کر دوں ، اور قصاب کو ان میں سے کچھ نہ دوں ، فرمایا ہم ان کو اپنے پاس سے دیں گے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت چمڑہ کسی شے کی اُجرت میں نہ دینا چاہیئے اور امامت کے عوض تو کوئی اور شے بھی لینی دینی جائز نہیں تو قربانی کے چمڑے وغیرہ امامت کے عوض لینے دینے دو وجہوں سے ناجائز ہوئے ۔

ایک اس وجہ سے کہ امامت کے عوض کچھ لینا دینا درست نہیں ، دوم قربانی کے چمڑے وغیرہ ۔ کسی چیز کا عوض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ پس اب امام کو چمڑے وغیرہ دینے کی صرف یہی صورت باقی رہ گئی کہ جیسے عام مسکینوں کو دئیے جاتے ہیں ۔ اس طرح اس کو دے سکتے ہیں ۔ اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہونی چاہیئے ۔ مثلاً اگر وہ امام ہو تو اس کو دیا جائے اگر امام نہ ہو تو اس کو نہ دیا جائے ۔ اس قسم کا دینا عوض شمار ہوتا ہے ۔ اس طرح اگر یہ خیال ہو کہ نہ دیا تو امامت چھوڑ دے گا یا ناراض ہو جائے گا ۔ تو اس حالت میں دینا بھی عوض ہے ۔ غرض حتی الوسع اس معاملہ میں احتیاط برتنی چاہیئے ۔ ایسا نہ ہو کہ قربانی ہی ضائع ہو جائے ہاں ایک صورت جواز کی نکل سکتی ہے وہ یہ کہ امام بچے بھی پڑھائے اور گاؤں میں بیت المال ہو جس میں عشر زکوٰۃ چمڑے قربانی کے اور دیگر صدقات و خیرات جمع ہوتے ہوں اور اس بیت المال سے تعلیم پر نہ امامت پر اس کی کچھ تنخواہ مقرر کر دی جائے تو اس طریق سے لینا شرعاً درست ہے کیونکہ یہ اُجرت تعلیم ہے

ذکر اجرت امامت۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ
۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ۵ مئی ۱۹۳۹ء

قربانی کے گوشت کی تقسیم

سوال:۔ قربانی کے گوشت کی تقسیم کا کیا حکم ہے چونکہ ہماری طرف یہ رواج ہے کہ گوشت کے تین حصے کرکے دو حصے صاحب قربانی کو دیا جاتا ہے اور ایک حصہ سردار اپنے پاس رکھتا ہے۔ بایں کیفیت جب کل بستی والے کا جمع ہو جاتا ہے۔ تب سردار جمع شدہ گوشت کو بستی کے امراء و غرباء پر برابر تقسیم کرتا ہے اب ایک شخص کہتا ہے کہ یہ تقسیم کی صورت جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر اور حدیث کلوا وتصدقوا وادخروا یعنی کھاؤ صدقہ کرو اور جمع کرو سے تین حصے کرنا ثابت ہوا۔ مگر صورتِ مذکورہ اس کے خلاف ہے کیونکہ جمع شدہ حصہ کو اگر تم نے صدقہ کیا تو پھر واپس کیوں کیا۔ اگر صدقہ نہیں کیا تو حدیث کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس طرح تقسیم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں اس کو ہمیشہ کے لئے مقرر کر لینا جیسے ایک شرعی حکم ہوتا ہے۔ بدعت ہے اور اپنا دیا ہوا واپس لینا صدقہ کی صورت میں حرام ہے۔ اور بقیہ صدقہ کے سردار کو کوئی حق نہیں کہ لے۔ کیونکہ وہ بیت المال کے متولی ہونے کی حیثیت سے لیتا ہے اور بیت المال اس مجموعہ کا نام ہے جو شرعی طور پر لیا جائے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی
۱۲ محرم ۱۳۵۶ھ - ۲۶ مارچ ۱۹۳۷ء

قربانی کے چمڑے صدقہ کرنا

سوال:۔ قربانی کے چمڑے صدقہ کئے جائیں یا فروخت کئے جائیں۔؟

جواب:۔ منتقیٰ میں حضرت عائشہ سے حدیث ہے وہ فرماتی ہیں۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ لوگ باہر سے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا۔ تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت ذخیرہ نہ کرو۔ تین دن کے بعد باقی صدقہ کر دو۔ جب دوسرا سال آیا تو لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ہم قربانیوں کی کھالوں

سے مشکیں بناتے، ان میں چربی پگھلا کر ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے کہا، آپ نے تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کردی ہے۔ فرمایا لوگ باہر سے آئے تھے۔ ان کی خاطر میں نے یہ حکم دیا تھا۔ اب بے شک تین دن سے زیادہ کھاؤ۔ ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔

نیز منتقی میں قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ تاکہ تم سب کو پہنچ جائے اور اب میں تمہارے لئے تین دن سے زیادہ حلال کرتا ہوں پس جب تک چاہو کھاؤ اور صدقہ کرو اور ان کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ اور فروخت نہ کرو۔ اور اگر دوسرا کوئی تمہیں قربانی کا گوشت کھلائے تو جیسے چاہو کھاؤ کم یا زیادہ ہر طرح سے اجازت ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت اور چمڑے کا ایک ہی حکم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ گوشت قربانی سے منع فرمایا تو صحابہؓ نے چمڑوں کی مشکیں بنانی بھی ترک کردیں اگر قربانی کا چمڑہ گوشت کا حکم نہ رکھتا تو وہ مشکیں بنانی ترک نہ کرتے جیسے گوشت سے نہی ہے۔ چمڑے سے نہی ہے۔ اس طرح گوشت کے صدقہ کا ارشاد چمڑے کے صدقہ کا ارشاد ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ جس کو صدقہ دیا ہے وہ فروخت کرے گا تو جواب یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو ہدی (قربانیاں) دی تھیں ان کے چمڑے وغیرہ صدقہ کر دیئے تھے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور ان کو فروخت نہ کرو۔ اور چونکہ چمڑے عموماً دیتے کی تے ہیں، گھر رکھنے کی شے نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی گھر فائدہ اٹھاتا ہے تو رنگ کرا ٹھاتا ہے اور رنگنا ہر شخص جانتا نہیں۔ پھر رنگنے کی محنت بھی کافی ہے۔ اس سے خیال ہو سکتا تھا کہ شاید چمڑوں کو فروخت کرکے فائدہ اٹھانا جائز ہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑوں کی بابت خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ ان سے ویسے فائدہ اٹھاؤ فروخت نہ کرو۔ ورنہ اس فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جب گوشت کے فروخت کرنے سے نہی کردی تو اس سے چمڑوں کا فروخت کرنا بھی منع ہو گیا۔ چنانچہ صحابہؓ نے تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی نہی میں چمڑوں کو بھی داخل سمجھا اور اس لئے ان کی مشکیں بنانی ترک کردیں۔ نیز گوشت کے فروخت کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ قربانی کی بے حرمتی ہو کر قصاب کی بکری کی طرح نہ ہو جائے۔ سو یہی وجہ چمڑے کی ممانعت کے لئے کافی ہے۔ پھر کیا ضرورت ہوئی کہ چمڑے کی بابت آپ نے الگ نہی فرمائی۔ یہی کہ چمڑے عموماً دیتے

کی شے ہے۔ اس سے فروخت کے جواز کا شبہ ہوتا تھا۔ پس ثابت ہوا چمڑوں سے فائدہ اٹھانے کا ارشاد اور فروخت سے ممانعت اس بناء پر نہیں کہ ان کو صدقہ کرنا چاہیئے یا ان کا حکم حج عمرہ کی قربانی کا نہیں بلکہ مقصود صرف مذکورہ شبہ کا دفعیہ ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۶ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۔ ۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء

قربانی کے چمڑے آہستہ آہستہ مساکین پر خرچ کرنا

سوال:۔ کیا جماعت قربانی کے چمڑے سال بھر آہستہ آہستہ مساکین پر خرچ کر سکتی ہے؟

جواب:۔ انفرادی طور پر تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا درست نہیں۔ جماعتی بیت المال میں جمع کروا دیا جائے تو پھر جماعت کو اختیار ہے جس طرح چاہے خرچ کرے کیونکہ چمڑا فروخت کر دیا جائے تو اس کی قیمت قربانی کرنے والا گھر نہیں رکھ سکتا۔ اگر تھوڑا تھوڑا خرچ کرنے کی صورت میں خدانخواستہ پہلے مر گیا تو اس کے ذمہ بوجھ رہ گیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ یک مشت دے خواہ بیت المال میں دے یا کسی مسکین کو دے۔ بہر حال اپنے قبضہ سے نکال دے چنانچہ زکوٰۃ کی بابت بھی یہی مسئلہ ہے کہ اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین، مدرسین کو تنخواہ دینا

سوال:۔ کیا انجمن اسلامیہ بوجہ غربت مدرس مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہ یا غریب اور نادار طلباء کی کتب اور خوراک وغیرہ یا جلسہ ہائے علماء میں قربانی کے چمڑوں کو خرچ کرنے کا شرعاً مجاز رکھتی ہے۔ اور مبلغین کو بطور ہدیہ کے چمڑے ہائے قربانی دیئے جا سکتے ہیں؟

سائل محمد عبدالرحمن

سیکرٹری انجمن اہلحدیث امین والہ ڈاکخانہ دھرمکوٹ۔ ضلع فیروزپور

جواب۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا الآیۃ اس آیت سے پہلے صدقات کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان فقیروں کے لئے ہیں جو خدا کے راستہ میں بند ہیں۔ زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔ یعنی تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے کیونکہ سفر کرنے سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے۔ حدیث میں قربانی کے چمڑوں کی بابت صدقہ کرنے کا حکم آیا ہے اور اس آیت میں صدقات کے مستحق

یہ لوگ تباتے ہیں جو فی سبیل اللہ محصور ہیں۔ ان میں طالب علم۔ مدرسین۔ مبلّغین بھی شامل ہیں۔ سوال کی صورت میں جن لوگوں کا ذکر ہے اُن پر قربانی کے چمڑے لگ سکتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۶ جون ۱۹۳۹ء

جنازہ کا بیان

تلقین میّت[1]

سوال :۔ کیا مردہ کو دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر تلقین کرنی درست ہے؟ امام شوکانی نے جو اس کو بدعت کہا ہے۔ اور مطلقاً احادیث ضعیفہ کو متروک العمل قرار دینا محدثین میں سے یہ کس کا مذہب ہے۔ حالانکہ محدثین صحاح ستہ کئی جگہ احادیث ضعیفہ پر باب باندھتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات حدیث مردود المعانی ہوتی ہے۔ اور مقبول المعانی ہوتی ہے۔

جواب :۔ حدیث تلقین کی بابت صاحب سبل السلام لکھتے ہیں۔

ویتحصل من کلام ائمة التحقیق انه حدیث ضعیف والعمل به بدعة ولا یغتر بکثرة من یفعله (سبل السلام ص۲۳)

یعنی ائمہ محققین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے اور بہت لوگوں کے فعل سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر دنیا بھیڑ چال ہے۔

امام عراقی کہتے ہیں۔ الفاظ جرح کے پانچ درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ راوی مطعون کے حق میں کہا جائے کذاب یہ راوی بہت جھوٹا ہے یا کہا جائے وضاع[2] یعنی اپنی طرف سے حدیثیں بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہا جائے متہم بالکذب۔ اس راوی کو کذب کی تہمت لگی ہے یا یوں کہیں

---

[1] یعنی میت کو دفن کر کے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو منکر نکیر کے جوابات کی تلقین کرنا (یاد دہانی کرانا)